اُردو میں صوتیاتی اورفونیمیاتی تحقیق

(پاکستان میں شائع ہونے والے مضامین کے تناظر میں)

ڈاکٹر فوزیہ اسلم

ABSTRACT:

Phonetics and Phonemics are the branches of linguistics that comprises the study of sound of human speech. We study the rules pertaining to the procedure of the sounds and their classification, whereas, Phonology deals with a particular language to determine its distinctive characteristics. There is a general perception regarding Urdu language that in Urdu, research work in phonetics and phonemics falls short of both quality and quantity, while contrarily, Urdu, from its very beginning, contains the tradition of phonetic and phonological research, however, books on phonetics and phonology are found less in numbers.

The Proposed dissertation comprises the introduction of the Urdu Articles written on phonetics and phonology in Pakistan.

زبان کے علوم دو طرح کے ہیں: علم اللسان (Philology) اور لسانیات (Linguistics)۔علم اللسان زبان کا ماضی ہےتو لسانیات زبان کا حال۔علم اللسان زبان کے ساتھ ادب کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔اس لیے نسبتاً وسیع تر اصطلاح ہے جب کہ لسانیات فقط زبان ہی کو اپنا موضوع بناتی ہے۔علم اللسان تاریخی اور دوزمانی طریقہ کار اختیار کرتا ہے۔ یہاں زبان کی بنیادی اکائی حرف ہے۔ چناں چہ حروف کا تجزیہ کرتی ہے جب کہ لسانیات یک زمانی طریقہ کار کو اپناتی ہے۔ یہاں زبان کی بنیاد آواز کو مان کر آوازوں کا سائنسی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ چناں چہ جب لسانیات زبان کی ساخت کا کسی معین وقت میں مطالعہ کرتی ہے اس حیثیت میں اسے عصری یا یک زمانی لسانیات کا نام دیا جاتا ہے۔ چناں چہ توضیحی یا تشریحی لسانیات میں صوتیات (آواز سے متعلق علم) Phonetics،

فونیمیات (مخصوص زبان کی امتیازی آوازوں کے اجزا کا علم) Phonology/Phonemics، صرفیات (کلمات کی ساخت کا علم) Morphology، نحویات (کلمات اور مرکبات کی ترتیب کا علم) Syntax، معنیات (کلمات کے معنی کا علم) Semantics کہتے ہیں۔

صوتیات انسانی زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں کو اپنا موضوع بناتی ہے۔ انسانی زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں کو صوتیات میں تین زاویوں سے جانچا جاتا ہے۔ پہلی سطح پر تکلمی آوازوں کا چار معیارات کے حوالے سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ معیارات نقطہ ادا (Points of Articulation)، طریق ادا (Manner of Articulation)، سانس کی مقدار (Quantity)، صدائیت (Voicing) کہلاتے ہیں۔ یعنی یہ دیکھا جاتا ہے کہ زبان میں استعمال ہونے والی آوازیں کن اعضا سے پیدا ہوتی ہیں، کس طریقے سے ادا ہوتی ہیں، ان کی ادائیگی میں ہوا کی کتنی مقدار درکار ہوتی ہے۔ نیز آوازوں کی ادائیگی کے وقت وتران الصوت یا غشائی پردے کس حالت میں تھے۔ دوسری سطح پر اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ آوازیں کس طریقے سے سامع کے کان تک پہنچتی ہیں۔ یہاں آواز کی لہروں کی مقدار، رفتار اور نوعیت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تیسری سطح پر آوازوں کو سننے میں کان کے کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں انسانی کان کی ساخت اور دماغ تک آوازوں کی منتقلی میں کان کے کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ان تینوں سطحوں کو بالترتیب تکلمی صوتیات، سمعی صوتیات اور گوشی صوتیات کا نام دیا جاتا ہے۔

صوتیات گویا انسانی زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں سے متعلق علم ہے۔ اس میں آوازوں کے اجزا اور ان کی درجہ بندی کے اصولوں کا مطالعہ ہوتا ہے۔ جب کہ فونیمیات کسی مخصوص زبان کو اپنا موضوع بنا کر اس کی امتیازی اصوات کا تعین کرتی ہے۔ کسی زبان کی بنیادی اور ذیلی آوازوں کی شناخت کے لیے تخالف وتضاد کا اصول استعمال کیا جاتا ہے۔ کلمات کی ابتدائی، وسطی اور انجامی مقامات پر استعمال کی مثالیں ڈھونڈی جاتی ہیں۔ اقلی جوڑے بنائے جاتے ہیں اور یوں کسی مخصوص زبان کی بنیادی آواز یعنی صوتیہ (Phoneme) اور ذیلی آواز یعنی ذیلی صوتیہ (Allophone) معلوم ہو جاتے ہیں۔ قطعاتی صوتیوں کے ساتھ ساتھ فوق قطعاتی صوتیوں کی نشاندہی بھی کی جاتی ہے۔ صوتیاتی تجزیے کے نتیجے میں سامنے آنے والی آوازوں کو بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط (I.P.A) میں تحریر کیا جاتا ہے۔ ہر زبان میں صوتیوں کی تعداد مخصوص ہوتی ہے۔ ایک زبان میں جو آواز صوتیہ کا درجہ پاتی ہے ضروری نہیں کہ کسی دوسری زبان میں بھی وہ صوتیہ ہو۔ فونیمیات کو عملی یا تفاعلی صوتیات کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

اُردو زبان میں صوتیات اور فونیمیات کے حوالے سے تحقیقی رفتار اور سرمائے سے متعلق یہ خیال بالعموم پایا جاتا ہے کہ اردو میں اس حوالے سے تحقیق نہیں ہو رہی نیز زیادہ کام ترجمے پر مشتمل ہے جب کہ یہ خیال کم علمی کا نتیجہ ہے۔ اردو میں صوتیات اور فونیمیات کی تحقیق میں ایک مستحکم اور مسلسل روایت موجود ہے۔ سراج الدین علی خان آرزو، انشاء اللہ انشا، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ڈاکٹر مسعود حسین خان، ڈاکٹر عبدالقادر سروری، ڈاکٹر عبدالستار دلوی، ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر اقتدا حسین، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر سہیل بخاری، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر گیان چند

جین، پروفیسر خلیل صدیقی، ڈاکٹر عبدالسلام، ڈاکٹر محبوب عالم خان وغیرہ کے نام اور کام سے دنیائے اردو سے وابستہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ صوتیات اور فونیمیات پر مستقل کتابیں خاطر خواہ تعداد میں نہیں لکھی گئیں نیز کتب کے مقابلے میں مضامین کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اس ضمن میں پاکستان میں شائع ہونے والی ایسی کتب کو اپنا موضوع بناتا ہے جن میں صوتیات یا فونیمیات کے حوالے سے مضمون شامل ہیں۔ اس مضمون میں جہاں انڈیا میں لکھی جانے والی کتب کو شامل نہیں کیا گیا وہیں پاکستان میں شائع ہونے والی اُن کتب کو بھی شامل نہیں کیا گیا جو کلی طور پر صوتیات اور فونیمیات کے موضوع پر لکھی گئی ہیں یا جن میں غالب حصہ صوتیاتی اور فونیمیاتی تحقیق کا ہے مثلاً اردو کا صوتی نظام از ڈاکٹر محبوب عالم خان، آواز شناسی از پروفیسر خلیل صدیقی، اردو کا صوتی نظام اور تقابلی مطالعہ از ڈاکٹر سہیل بخاری، اردو لسانیات از ڈاکٹر شوکت سبزواری، ادب و لسانیات از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی وغیرہ۔

''اردو کا صوتی نظام'' ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا مضمون ہے۔ جو ان کی کتاب جامع القواعد (حصہ صرف) کا چوتھا باب ہے۔ یہ مضمون اگرچہ اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاہم اپنی اہمیت اور جامعیت کے اعتبار سے ایک مکمل تصنیف کا ہم پلہ ہے۔ مضمون کا آغاز ''حرف'' اور ''صوتیہ'' کے فرق سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث کے خیال میں ''حرف'' کی اصطلاح گمراہ کن اور مبہم ہے۔ اس ضمن میں وہ حاشیے میں مولوی عبدالحق کی ''قواعد اردو'' سے حرف کی تعریف نقل کرتے ہیں۔ ان کے مطابق قواعد نویسوں کے ہاں ابتدائی بحث تحریر کے بجائے کلام کی ہوتی ہے اور کلام کا سب سے زیادہ جزو حرف کے بجائے صوتیہ ہے۔ صوتیہ کی وضاحت وہ یوں کرتے ہیں:

> ''صوتیہ آواز یا صوت کا وہ اقل ترین جزو ہے جس کا مزید تجزیہ یا تکسیر ممکن نہ ہو اور اس اقل ترین جز کا فرق کلام میں فرق پیدا کر دے مثلاً بل اور پل کہ ان دونوں کلمات میں تین تین عناصر ہیں، آخری دو عناصر یکساں ہیں، ب اور پ کا اقل ترین فرق ان دونوں کلمات میں تفریق اور تفہیم کا باعث ہے اور یہ ایسا عنصر ہے جو مفرد ہے، مزید تجزیے کی گنجائش نہیں رکھتا۔''(۱)

صوتیے کی دو اقسام کسری صوتیہ اور بالا کسری صوتیہ ہیں۔ کسری صوتیے کی بھی دو صورتیں مصمتہ اور مصوتہ ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی مولوی عبدالحق کی قواعد اردو سے اقتباس نقل کر کے کہتے ہیں کہ قواعد نویسوں نے حروف صحیحہ اور حروف علت کی اصطلاحیں استعمال کر کے جو تشریح اور توضیح کی ہے اس سے صوت اور اس کی تحریری شکل میں خلط مبحث پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ خیال درست نہیں کہ حرف کی تقسیم سنسکرت، انگریزی وغیرہ یا اس قسم کی ہر زبان کے لیے مخصوص یا محدود ہے۔ اردو میں کسری صوتیوں کی تعداد چونسٹھ ہے۔ ان میں دس سادہ مصوتے ہیں جو تحریر میں ایک علامت (حرف) اور ایک حرکت (اعراب) کی مدد سے ظاہر کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کی نقطہ ادا کے اعتبار سے تشریح ایک نقشے کے ذریعے کی ہے:

۱۔ میر mir ۲۔ مر mtr ۳۔ میر mer ۴۔ میر MER

۵۔ مار mar ۶۔ مر mar ۷۔ مر mr ۸۔ مور mor
۹۔ مور mor ۱۰۔ مور mur (۲)

ان سادہ مصوتوں کی نقطہ ادا کے اعتبار سے تشریح کے بعد طریق ادا کے اعتبار سے مصوتوں کی ایک اور قسم بھی بتائی گئی ہے کہ اگر آوازیں منہ اور ناک دونوں راستوں سے خارج ہوں تو ایسی آوازوں کو انفیائی صوت کہتے ہیں۔ یہ دراصل مصوتوں کی متبادل انفیائی اشکال ہیں۔ اس طرح اردو میں مصوتوں کی کل تعداد بیس ہے۔ چوں کہ اردو زبان میں انفیائی مصوتوں کو الگ صوتیہ قرار دینے میں دو رائے ملتی ہیں۔ لہٰذا اس مضمون میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی حاشیے میں انفیائی مصوتوں کو الگ مصوتہ قرار دیتے ہوئے دلیل پیش کرتے ہیں کہ مصوتے کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے اقلی جوڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اردو میں سادہ اور انفیائی مصوتوں کے اقلی جوڑے بکثرت ملتے ہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث ان بیس مصوتوں کے علاوہ مصوتوں کے مرکب کی ایک صورت ''دوصوتے مصوتہ'' (Dipthong) بھی بتاتے ہیں۔ یہ تقسیم نئی نہیں بل کہ سنسکرت کے شارحین اور قواعد نویسیوں نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ تاہم ابواللیث صدیقی کے مطابق اردو میں ان کی تین شکلیں ملتی ہیں۔ اس طرح اردو میں سادہ، انفیائی اور دوصوتے مصوتوں کی کل تعداد بائیس (۳) ہو جاتی ہے۔

صوتیوں کی دوسری قسم مصمتے کہلاتی ہے۔ ان کی کل تعداد چوالیس ہے۔ اردو میں ہائیہ آوازوں کو الگ صوتیہ ماننے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جب کہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی انھیں الگ صوتیہ مانتے ہیں اور ان کے الگ وجود کے لیے اقلی جوڑوں کا اصول پیش کر کے مثالیں بھی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ معروف قواعد نویسوں انشاء، فتح محمد جالندھری، مولوی عبدالحق کی کتب سے مثالیں بھی دیتے ہیں۔ اردو زبان میں پانچ رکنی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث نے ان الفاظ کی مثالیں دے کر اردو کی صوتی ساخت کی بھی وضاحت کی ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث کی تحقیق کے مطابق اردو میں صوتی اکائیوں کی کل تعداد انہتر (۶۹) ہے ستاسٹھ (۶۷) کسری صوتیوں (مصوتے: تئیس (۲۳)، صحیحے: چوالیس (۴۴) اور دو (۲) بالا کسری صوتیوں (تاکید اور فصلی وقفہ) پر مشتمل ہیں۔ مضمون میں مباحث کی وضاحت کے لیے حواشی بھی درج ہیں جن میں اردو اصطلاحات کے انگریزی مترادفات کے ساتھ ساتھ مزید مطالعے کی کتب بھی تجویز کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر سہیل بخاری کے تین مضامین ''اردو زبان کی بنیادی آوازیں''، ''قدیم مہاپران اردو میں''، ''اردو زبان کا صوتی آہنگ'' صوتیاتی اور فونیمیاتی تحقیق کے زمرے میں آتے ہیں۔ تینوں مضامین ان کی کتاب لسانی مقالات (حصہ سوم) میں شامل ہیں۔ مذکورہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ یہ مضامین حصہ دوم (اردو شناسی) میں ''آوازیں'' کے تحت شامل ہیں۔ پہلا مضمون ''اردو زبان کی بنیادی آوازیں'' تین ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے جو بالترتیب اردو زبان کی بنیادی آوازیں، مرکب آوازیں، دخیل آوازیں ہیں۔ اردو کی بنیادی آوازوں کا مطالعہ سر، اسر، ہمزہ، غنہ کے تحت کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری لسانیات خصوصاً صوتیات اور فونیمیات کی اصطلاحوں کے تراجم یا وضع کرنے میں عام روش سے انحراف کرتے ہیں یعنی انھوں نے اکثر تراجم یا وضع اصطلاحات میں عربی اور

فارسی سرچشموں سے استفادہ نہیں کیا۔ جیسے سر (Vowel)، اسُر (Consonant)، نکی (Nasalised)، اُچار (تلفظ)، بول (کلمہ) وغیرہ۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق اردو زبان میں چوبیس سر یا اصوات علت ہیں۔ طریق ادا کے لحاظ سے انھیں سادہ اور نکّی اور سانس کی مقدار کے لحاظ سے j[t2mاور طویل میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یوں اردو میں چودہ سادہ، دس نکّی جب کہ بارہ مختصر اور بارہ طویل سُر ملتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے خیال میں چوں کہ اردو رسم الخط میں ان سُروں کی تحریر کے لیے مخصوص علامات پہلے سے مقرر نہیں لہٰذا انھوں نے سروں کے لیے علامات کا تعین بھی کیا ہے۔ سادہ سر اور نکی سر کی سرخی کے تحت دو نقشے بھی دیے گئے ہیں۔ جن میں سر کی علامت، تشریح اور مثالیں درج کی گئی ہیں۔ اس طرح اردو کے اسر (٦) یعنی اصوات صحیح کی تعداد بتیس بتائی گئی ہے۔ انھیں بھی نقطہ ادا اور سانس کی مقدار کے پیمانوں سے جانچا گیا ہے۔ مخرج یا نقطہ ادا کے لحاظ سے اردو زبان میں چار حلقی، چھے حنکی، چھے تخی، چھے دندانی، چار شفوی، چار انفی اور دو صفیری اسر ملتے ہیں۔ جب کہ حجم کے اعتبار سے سولہ ہلکے اسر (الپ پران) اور سولہ بھاری اسر (مہاپران) پائے جاتے ہیں۔

ماہرین لسانیات میں اردو کی منفوس یا ہائیہ اصوات (Aspirated Sounds) کی تعداد کے معاملے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ خاص طور پر رھ، لھ، مھ، نھ، وھ وغیرہ پر اتفاق نہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سہیل بخاری کا موقف ہے:

> ''اردو دان طبقہ تمام الپ پرانوں کو بخوبی جانتا ہے اور بہت سے مہاپرانوں سے بھی واقف ہے۔ البتہ چند مہاپران (رھ، ڑھ، لھ، مھ، نھ اور سھ) ایسے ہیں جنھیں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارے الفاظ میں نسبتاً کم استعمال ہوتے ہیں۔'' (۷)

ان ہکاری آوازوں میں سے ''سھ'' کی نشاندہی ڈاکٹر سہیل بخاری ہی نے کی ہے۔ انھوں نے مذکورہ غیر معروف ہکاری آوازوں کی اردو زبان سے مثالیں بھی درج کی ہیں اور رسم الخط کے باعث رواج پا جانے والے غلط تلفظ کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری ہمزہ کو سر قرار دیتے ہیں نہ اسر کہ یہ سر اور اسر کے درمیان رابطہ استوار کرتی ہے۔ جب کہ ''غنہ'' کو وہ اردو زبان کی خالص انفی آواز قرار دے کر اس کا شمار سروں میں کرتے ہیں کہ اس کی مدد سے تقریباً ہر سادہ سر نکی بن جاتا ہے۔ غنہ کے اردو زبان میں استعمال کے اصول مثالوں کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ مرکب آوازوں کے ضمن میں ڈاکٹر سہیل بخاری کی تحقیق کے مطابق اردو زبان میں چار مرکب آوازیں پائی جاتی ہیں جو دو سر (اَو۔ اَے) اور دو اسُر (م۔ ن) پر مشتمل ہیں۔ اردو زبان میں عربی اور فارسی کی دخیل آوازوں کو دو زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی مکتوبی دخیل آوازیں (ث، ح، ص، ط، ع) جو تحریر میں نظر آتی ہیں اور ملفوظی دخیل آوازیں (خ، ذ، ز، ش، ض، ع، ف، ق) جو کلمات میں داخل ہو کر بول چال کا حصہ بن گئی ہیں۔ ث، ص (س کی جگہ)، ح (ہ، ء کی جگہ)، ط (ت کی جگہ)، ع (ہمزہ کی جگہ)، خ (ک، کھ کی جگہ)، ذ (ج کی جگہ)، ز (ج، جھ کی جگہ)، ش (س کی جگہ)، ض (ج کی جگہ)، غ (گ کی جگہ)، ف (پ، پھ کی جگہ)، ق (ک کی جگہ) کیس ساتھ ساتھ و، ی، ہ کی مکتوبی اور ملفوظی حیثیت میں اردو کلمات سے مثالیں دینے کے بعد ڈاکٹر سہیل بخاری کہتے ہیں:

''...... و، ی اور ہ بھی ہماری زبان کی بنیادی آوازیں نہیں ہیں کیوں کہ ان کے استعمال میں آج بھی بے قاعدگی نظر آ رہی ہے۔ ہماری تحریر میں یہ حروف بیش تر طویل سروں کو ظاہر کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ جیسا کہ سروں کے نقشے سے بھی واضح ہے۔ کبھی ان کا اندراج حشوی ہوتا ہے کہیں یہ زیر وزبر اور پیش کی حرکات کا بدل ہوتے ہیں۔ واؤ کبھی ب یا میم کی قائم مقامی کرتا ہے اور ہائے ہوز کثیر تعداد الفاظ میں مہاپران کے ٹکڑے کی حیثیت سے سامنے آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان آوازوں کو ہماری زبانوں پر چڑھانے میں ایک حد تک ہماری لپی بھی معاون ثابت ہوئی ہے...... بل کہ اس میں بہت بڑی حد تک آریوں کی زبان کے اثرات بھی شامل ہیں۔''(۸)

مضمون کا اختتام تحقیق طلب سوالات پر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے خیال میں حلقی اور حنکی نون کے ساتھ ساتھ ر، ڑ، ل کے خواص پر بھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ان پر تحقیق کی جائے تو یہ اردو زبان کی بنیادی آوازوں سے متعلق نئی جہات سے روشناس کرائے گی۔ کتاب میں شامل دوسرا مضمون ''قدیم مہاپران اردو میں'' کے عنوان سے ہے۔ مضمون کے آغاز میں مہاپران اور الپ پران کی وضاحت کے بعد ویدک، یونانی اور قدیم ایرانی کے مہاپرانوں کا نقشہ دیا گیا ہے۔ جس کے مطابق ویدک زبان میں دس (کھ، گھ، چھ، جھ، ٹھ، ڈھ، تھ، دھ، پھ، بھ)، یونانی میں تین (X ,Q ,O)، ایرانی میں بھی تین (خ، غ، ف)(۹) منفوس یا ہائیہ اصوات (Aspirated Sounds) پائی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری ان مستشرقین سے اختلاف کرتے ہیں جو ویدک زبان کو قدیم ہند یورپی زبان سے مشتق گردان کر کہتے ہیں کہ قدیم ہند یورپی زبان کی تمام منفوس اصوات ویدک میں مکمل طور پر موجود ہیں اور اس کی دوسری شاخوں سے غائب ہو چکی ہیں۔ ان کا استدلال ہے:

''یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر جانے والا اپنی زبان اپنے ساتھ لے جاتا ہے یا آنے والا اپنی زبان ساتھ لاتا ہے لیکن یہ یک سر غلط ہے کہ وہ قدیم باشندوں کی زبان کو نیست و نابود بھی کر دیتا ہے۔ ہندوستان آنے والوں میں فرنگیوں، مسلمانوں اور آریوں کے نام لیے جا سکتے ہیں جو انگریزی، فارسی اور قدیم ایرانی بولتے ہوئے آئے تھے لیکن جس طرح انگریزی یہاں کے عوام کی زبان نہ بن سکی اور فارسی ایک محدود مخصوص جماعت سے باہر نہ نکل سکی۔ اسی طرح قدیم ایرانی بھی ہند شمالی کی پراکرتوں کو ملک بدر کر کے ان کی گدی نہ چھین سکی...... چناں چہ میرے نزدیک جہاں یونانی، لاطینی، ایرانی اور ویدک کی مشترک قدریں ان کے متحد الاصل ہونے کی دلیل ہیں، وہاں ان کے اختلافات بھی مقامی اثرات کی نشان دہی کر رہے ہیں اور یوں یونانی و ایرانی کے مقابلے میں ویدک مہاپرانوں کے کثیر تعداد چراغ ہندوستانی لسانیات کی تاریک راہوں میں قدیم زبانوں یعنی پراکرتوں کی منزل کا سراغ دے رہے ہیں۔''(۱۰)

ڈاکٹر سہیل بخاری کا خیال ہے کہ زبان کے ماہرین، اس کی تحریری شکل کو اہمیت دیتے ہیں اور تلفظ کو نظر انداز کرتے

ہیں جس کی بنا پر غلط نتائج سامنے آتے ہیں۔ اگر آواز کو حرف پر، تلفظ کو رسم الخط پر اور ملفوظی روایت کو املا پر فوقیت دے کر تحقیق کی جائے تو صحیح نتیجے پر پہنچنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ویدک میں ہائیہ آوازیں مقامی اثرات کے باعث پراکرتوں سے آئی ہیں۔ نیز ان کی تعداد دس کے بجائے پندرہ ہے۔ یوں سطور بالا میں درج ویدک مہاپرانوں میں رھ، ڑھ، لھ، مھ، نھ کا اضافہ کرنے سے پراکرت کی ہائیہ آوازوں کی تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ ان ہائیہ آوازوں میں تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ آریوں کی قدیم آبائی زبان میں چوں کہ یہ آوازیں نہ تھیں لہٰذا انھوں نے انھیں غیر ہائیہ آوازوں کے طور پر ادا کیا اور لکھا۔ نیز کچھ ہائیہ آوازوں کو غیر ہائیہ حروف اور ہائے ہوز کے اضافے سے تحریر کیا اور یوں مہاپرانوں کی کثیر تعداد الپ پرانوں میں تبدیل ہو گئی۔

''اُردو زبان کا صوتی آہنگ'' اردو زبان کے لب و لہجے میں صوتی آہنگ، غنائیت اور شیرینی کی کارفرمائی پر روشنی ڈالتا ہے۔ موسیقی اور زبان دونوں میں آواز مشترک عنصر ہے تاہم موسیقی میں فقط سر استعمال ہوتے ہیں جب کہ زبان میں سر اور اسُر دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ موسیقی میں مفرد سر استعمال ہوتے ہیں جب کہ زبان میں میں معنویت کا انحصار مختلف آوازوں کے باہم ملنے پر ہے۔ موسیقی میں سات سر ہوتے ہیں جب کہ اردو زبان میں چوبیس سر ہیں۔ یہی اس کی موسیقیت اور نغمگی کا سبب بھی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کہتے ہیں:

> ''اردو زبان کی ماں مہاراشٹری پراکرت، قدیم سنسکرت ڈراموں میں گیتوں کے لیے خصوصیت سے استعمال کی گئی ہے۔ سروں کا اتنا بڑا ذخیرہ دنیا کی کم ہی زبانوں کو نصیب ہوگا۔''(۱۱)

اردو زبان میں غنائیت پیدا کرنے میں کلمات کی رکنی ساخت نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اردو میں کوئی بھی کلمہ تین رکن سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہوتا نیز لاحقہ لگانے سے ارکان میں اضافہ ہو تو طویل اصوات علت کو قیصر میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ یہی عمل ایسے الفاظ میں بھی ہوتا ہے جہاں ایک ہی آواز کی تکرار ہو ایسی صورت میں بھی پہلی آواز ساکن اور دوسری متحرک کر دی جاتی ہے۔ تشدید کے حامل الفاظ اس کی مثال ہیں۔ اسی طرح اردو کے ذخیرہ الفاظ سے اسما، مصادر اور مرکبات کی مثالیں دے کر اردو زبان میں نغمگی اور صوتی آہنگ کے امتیازی عنصر کو اجاگر کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سہیل بخاری ہی کا ایک طویل مضمون ''صوتیات'' کے عنوان سے ہے جو ان کی کتاب تشریحی لسانیات کا تیسرا باب ہے۔ انچاس صفحات پر مشتمل مضمون آٹھ ذیلی عنوانات میں منقسم ہے۔ ''بنیادی آوازوں کی تقسیم اور تعداد'' کے عنوان کے تحت زبان میں بولی جانے والی آوازوں سے متعارف کرایا گیا ہے اور ان کے لیے وضع کردہ اصطلاحات کی توضیح بھی کی گئی ہے۔ اسروں کی بے رنگ اور بارنگ دو اقسام بتائی گئی ہیں۔ بے رنگ اسُر کو ہمزہ کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کی تحقیق کے مطابق دنیا کی زبانوں میں سات مختصر اور سات طویل سادہ سر پائے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ نکی سر بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح طویل اور مختصر شکلیں ملا کر سادہ اور نکی سروں کی کل تعداد چوبیس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے الفاظ میں:

> ''اگرچہ یہ تمام سر دنیا کی زبانوں میں بولے جاتے ہیں لیکن مغربی اور مشرقی ماہرین میں سے

بیشتر ایسی کسی تقسیم سے واقف نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں سروں کی یہ تفصیل اوران کی یہ تعداد نہیں ملتی۔'' (۱۲)

اسر یا مصمتے تعداد میں سروں یا مصوتوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اسروں کی جانچ کے معیارات عام طور پر نقطہ ادا (مخارج) اور سانس کی مقدار (حجم) ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اسروں کی تعداد مختلف ہے۔ ایک زبان میں پائے جانے والے اسرا کثر دوسری زبانوں میں نہیں ملتے اور یوں مختلف زبانوں کی امتیازی اصوات کا تعین ہوتا ہے۔ اردو اوراس کی معاصر زبانوں میں چونتیس اسر ملتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے الفاظ (۱۳) میں طویل سروں کے دو جتھے ہیں جن میں سے ہر ایک چھے چھے آوازوں پر مشتمل ہے۔ یوں طویل سروں کی کل تعداد بارہ (۱۲) ہے۔ اسُروں کے بھی دو جتھے ہیں جن میں سے ہر ایک بیس بیس آوازوں پر مشتمل ہیں۔ یوں جتھوں کے لحاظ سے جن میں بعض آوازیں دونوں طرف شامل ہیں۔ اسروں کی مجموعی تعداد چالیس (۴۰) ہے۔ ورنہ مختصر اور طویل سروں اور اسروں کو ملا کر کل تعداد ۱۲ +۱۲ + ۲۰ + ۲۰ یعنی ۶۴ (چونسٹھ) ہو جاتی ہے۔ اسروں میں کل سولہ (۱۶) مہاپران اور اٹھارہ (۱۸) الپ پران بولے جاتے ہیں۔ زبان کی بنیادی آوازوں کی تعداد اور تقسیم کے بعد زبان کے صوتی نظام کی توضیح کے لیے صوتی سنگت (کلمات میں مصمتے اور مصوتے کا استعمال)، اندراج (کسی کلمے میں کوئی آواز شامل کر دینا) یا سقوط (کلمے میں شامل کسی آواز کو خارج کر دینا)، تقلیب (ایک ہی کلمے کی آوازوں کا اپنی جگہ بدل لینا)، صوتی تبادل (کلمات کی آوازوں کا دوسری آوازوں سے بدل جانا)، تشدید (کسی کلمے میں دو آوازوں کا اکٹھے بولے جانا)، تسہیل (کلمے کی تکراری آوازوں میں سے ایک کو حذف کرنا)، تخفیف (طویل مصوتے کو قصیر کر دینا) کی وضاحت کے بعد اردو زبان سے مثالیں دے کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا مضمون ''اردو کا صوتی نظام'' اردو کی صوتیاتی اور فونیمیاتی تحقیق کی روایت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مضمون ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی تصنیف ادب و لسانیات میں شامل ہے جو اردو اکیڈمی سندھ کراچی سے ۱۹۷۰ء میں منظر عام پر آئی۔ مذکورہ مضمون سید روح الامین کی مرتبہ کتاب اردو لسانیات کے زاویے میں بھی شامل ہے۔ بائیس صفحات پر مشتمل مضمون کا آغاز اردو کے لسانیاتی مطالعے کی تاریخ اور تنقید کی طرف محققین کی عدم توجہی سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد صدائی صوتیات کے ضمن میں آواز کی طبیعاتی خصوصیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ لسانی تجزیے کے دو عمل تقطیع اور ترتیب کی وضاحت کرتے ہوئے صوتیہ اور ہم صوتیہ کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ صوتیوں کے تجزیے کے لیے تضاد اور تقابل کا اصول استعمال ہوتا ہے جس کے نتیجے میں اقلی جوڑے دستیاب ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ہر آواز کا نقطہ ادا، طریق ادا، سانس کی مقدار اور صدائیت کے معیارات کے تحت تجزیہ کیا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق اردو زبان میں بیالیس مصمتی صوتیے اور بیس مصوتی صوتیے ہیں۔ اس طرح اردو میں کسری صوتیوں کی تعداد باسٹھ ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اردو میں نیم مصوتے /و/ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے انگریزی مصوتوں کی تقلید قرار دیتے ہیں۔ اردو صوتیوں کے تعین کے بعد ان صوتیوں کی امتیازی خصوصیات کی تشریح اور توضیح کی گئی ہے۔ جیسے:

''/پ/ بے صوتی غیر ہائیہ دولبی مسدودہ
/پھ/ بے صوتی ہائیہ دولبی مسدودہ'' (۱۶)

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے /م/ اور /ن/ کے ساتھ /نگ/ کو بھی انفی آواز قرار دیا ہے جب کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری /نگ/ کو صوتیہ تسلیم نہیں کرتے۔ اردو میں بالاکسری صوتیے زور یا شدت اور اتصال ہے۔ اس طرح اردو صوتیوں کی کل تعداد چونسٹھ بنتی ہے۔ یہ مضمون ۱۹۶۶ء میں تحریر کیا گیا تھا تاہم اپنی اہمیت وافادیت کے باعث آج بھی اردو کی صوتیاتی اور فونیمیاتی تحقیق میں سند بنتا ہے۔

''اردو کی صوتیات'' ڈاکٹر سہیل بخاری کا مضمون ہے جو سید روح الامین کی مرتبہ کتاب اردو کے لسانی مسائل میں شامل ہے۔ مذکورہ مضمون کے کم وبیش تمام مباحث ڈاکٹر سہیل بخاری کے مضامین ''اُردو زبان کی بنیادی آوازیں''، ''قدیم مہا پران اردو میں''، ''صوتیات'' میں آچکے ہیں۔ اردو نے تمام آوازیں پراکرت سے لی ہیں۔ /و/، /ی/، /ہ/ کی آوازیں ایرانی زبان کے اثرات کی وجہ سے ہندوستانی زبانوں میں داخل ہوئی ہیں۔

''و، ی اور ہ کی آوازیں ہماری دراوڑی بھاشاؤں کی اصلی اور ابتدائی آوازیں نہیں ہیں۔ یہ حروف ہمارے حروف علت کو ظاہر کرتے ہیں یا وہ مختلف حروف علت کے ادغام سے پیدا ہو جاتے ہیں اور و کا حرف ہمارے ب کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔'' (۱۵)

اردو رسم الخط میں عربی اور فارسی کے جو حروف شامل ہیں ان میں سے اکثر اردو میں اپنے مخارج سے ادا نہیں ہوتے اور یوں متشابہ الصوت حروف کا درجہ پاتے ہیں۔ اردو رسم الخط میں یائے مجہول اور و مجہول کے لیے علیحدہ علامت موجود نہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کا یہ بھی استدلال ہے کہ اردو زبان کے لہجے کا تعین، تشدید وتسہیل کے اصول، قدیم معکوسی اصوات کا استعمال، مصوتوں کا تبادل، مصمتی اصوات کا تبادل، منفوس آوازوں کی جگہ غیر منفوس آوازوں کا استعمال مہاراشٹری پراکرت کی پیروی اور اثرات کا نتیجہ ہے جب کہ دخیل کلمات میں ابتدائی صفیری آوازوں سے قبل الف مسکورہ کا اضافہ قدیم ایرانی اور جدید فارسی دونوں کے ذریعے اردو میں پہنچا ہے اور یورپ کی قدیم وجدید زبانوں مثلاً یونانی، لاطینی، فرانسیسی، ہسپانوی وغیرہ کے علاوہ ایرانی زبان کی تمام شاخوں میں عام ہے۔(۱۶) ڈاکٹر سہیل بخاری نے مضمون کے آخر میں اُردو کے ان الفاظ کی کچھ مثالیں بھی دی ہیں جن میں اردو کی قدیم آوازوں کی جگہ عربی اور فارسی آوازوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا تحریر کردہ مضمون ''اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو'' روح الامین کی مرتبہ کتاب اردو کے لسانی مسائل کا تیسرا مضمون ہے۔ مضمون کا آغاز اس سوال یا بحث سے ہوتا ہے کہ نئی زبان سیکھنے کے لیے کتنی مدت درکار ہوتی ہے؟ نیز نئی زبان کی تعلیم کا معیار کیا ہے یا نئی زبان سیکھنے کا مقصد کیا ہے؟ پھر یہ کہ زبان میں صوتی نظام کو بنیادی اہمیت دی جانی چاہیے یا ذخیرہ الفاظ کو۔ مادری زبان سیکھنے کے تمام مراحل وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے دماغوں سے محو ہو جاتے ہیں جہاں تک ذخیرہ الفاظ کا تعلق ہے چوں کہ بچپن سے اس میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے لہٰذا ہم الفاظ ہی کو اہمیت دیتے ہیں۔ اب جہاں علوم کے دیگر شعبوں میں سائنسی انداز فکر اور

طریق کار اپنایا گیا ہے تو لسانیات بھی اس سے فیض یاب ہو رہی ہے اور اس نے نئی زبان کی تدریس کے کچھ نظریے اور اصول پیش کیے ہیں جن کی بدولت نہ صرف مبتدی جلد از جلد نئی زبان سیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے بل کہ وہ درست تلفظ اور صرفی ونحوی ڈھانچے کو مدنظر رکھ کر اہل زبان تک اپنا مفہوم منتقل کر سکتا ہے۔ نئی زبان سیکھ لینا اتنا سہل نہیں مسلسل محنت اور مشق ہی نوآموز زبان میں مہارت بہم پہنچا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ استاد اگر لسانیاتی طریق کار کو مدنظر رکھے گا تو بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر گوپی چند کے خیال میں ہمارے تعلیمی اداروں میں ابھی تک فرسودہ طریقوں سے غیر ملکی زبانیں پڑھائی جا رہی ہیں۔

> ''...... ہم زبان پڑھاتے ہوئے دوسری باتوں کا خیال رکھتے ہیں یا نہیں لیکن یہ ضرور بھول جاتے ہیں کہ ہم زبان پڑھا رہے ہیں اور ذخیرہ الفاظ اور ترجمے ہی میں سب سے زیادہ سر کھپاتے ہیں۔ ہمارے استاد صوتیات اور نظریہ فونیم سے نابلد ہیں...... زیر نظر مقالے کا مقصد یہی ہے کہ جدید لسانیات نے تعلیم زبان کا جو نیا نقطہ نظر پیش کیا ہے، اردو کے تعلق سے اس کی بعض بنیادی باتوں کی وضاحت کر دی جائے۔''(۱۷)

ڈاکٹر گوپی چند نے مضمون میں ذیلی عنوانات قائم کیے ہیں جیسے صوتیات، مصوتے، نیم مصوتے، مصمتے، صوتیاتی تجزیہ، استعمال اصوات، جڑواں مصمتے، مادری زبان، فطری طریق کار، سماعی اور تقریری مشق، ڈائریکٹ طریق کار، تعاون، علامات خط، ذخیرہ الفاظ، گرامر، افہام اور اظہار کا فرق وغیرہ اور ان تمام مباحث کو ''نظر بہ گزشتہ'' میں سمیٹ دیا ہے۔ جس کے مطابق لسانیاتی طریق کار سے نئی زبان سکھاتے ہوئے انسان کے اعضائے صوت سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ پھر طریق ادائیگی کے نقطہ نظر سے آوازوں کی اقسام بتائی جاتی ہیں۔ آوازوں کو پرکھنے کے معیارات سے روشناس کرانے کے بعد متعلقہ زبان کی امتیازی آوازوں یعنی صوتیہ/ فونیم سکھائے جاتے ہیں، اس کے لیے Aural-oral Drills یعنی سماعی اور تقریری مشق کا طریق کار استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد زبان کی صرفی ونحوی ساخت سے آگاہ کرنے کے لیے ایسے اسباق ترتیب دیے جاتے ہیں جن کے متن سے نہ صرف بالواسطہ صرفی ونحوی اصول ذہن نشین ہوتے ہیں بل کہ جن کے نمونے پر مبتدی نئے جملے بنا کر کسی موقع محل پر گفتگو میں شریک ہو سکے۔ متعلم کو نوآموز مواد کی مشق پر مائل کیا جاتا ہے۔ بہر حال لسانیاتی طریق کار غیر ملکی زبان سیکھنے اور سکھانے میں ربط اور آسانی تو پہنچاتا ہے تاہم کامیابی کا تعلق متعلم کی ذاتی محنت، کوشش اور تعاون پر ہے وہ اہل زبان کی جتنی تقلید کرے گا اور جس قدر محنت اور مشق کو اپنا شعار بنائے گا اتنے بہتر نتائج آئیں گے۔

زیر نظر مقالہ پاکستان میں شائع ہونے والی کتب میں شامل اردو صوتیات اور فونیمیات کی تحقیق پر مبنی مضامین کا تعارفی مطالعے پر مبنی ہیں جب کہ ڈاکٹر محبوب عالم خان کتاب اردو کا صوتی نظام، پروفیسر خلیل صدیقی کی کتاب آواز شناسی اور زبان کا مطالعہ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی ادب اور لسانیات، ڈاکٹر شوکت سبزواری کی اردو لسانیات ڈاکٹر سہیل بخاری کی اردو کا صوتی نظام اور تقابلی مطالعہ وہ کتب ہیں جو اردو صوتیات اور فونیمیات کو کلی طور پر اپنا موضوع بناتی ہیں یا جن کا غالب حصہ مذکورہ موضوع پر مشتمل ہے۔ تاہم

ان کتب کو طوالت کے خیال سے اس مقالے کا حصہ نہیں بنایا گیا۔ ان مضامین کے سرسری مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اردو میں صوتیات اور فونیمیات کے حوالے سے تحقیق کی روایت تو موجود ہے لیکن اس میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو رہا نیز تکلمی صوتیات (Articulatory Phonetics) کے حوالے سے کام مل جاتا ہے جب کہ سمعی صوتیات (Acoustic Phonetics) اور گوشی صوتیات (Auditory Phonetics) ابھی تحقیق طلب اور توجہ طلب موضوعات ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، جامع القواعد، (حصہ صرف)، لاہور: مرکزی اردو بورڈ طبع اول، مارچ ۱۹۷۱ء، ص:۱۸۳

۲۔ ایضاً، ص:۱۸۶-۱۸۷

۳۔ ایضاً، ص:۱۹۰

۴۔ ایضاً، ص:۱۹۷-۱۹۸

۵۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات، (حصہ سوم)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، فروری ۱۹۹۱ء، ص:۱۶۶

۶۔ ایضاً، ص:۱۶۹

۷۔ ایضاً، ص:۱۷۰

۸۔ ایضاً، ص:۱۸۸

۹۔ ایضاً، ص:۱۹۰-۱۹۱

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۹۴

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۹۶

۱۲۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، تشریحی لسانیات، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، طبع اول، ۱۹۹۸ء، ص:۸۰

۱۳۔ ایضاً، ص:۸۱

۱۴۔ روح الامین، سید، اردو لسانیات کے زاویے، گجرات: عزت اکادمی، طبع اول، ۲۰۰۷ء، ص:۱۳۲-۱۳۳

۱۵۔ روح الامین، سید، اردو کے لسانی مسائل، گجرات: عزت اکادمی، طبع اول، دسمبر ۲۰۰۷ء، ص:۱۱۱

۱۶۔ ایضاً، ص:۱۱۵

۱۷۔ ایضاً، ص:۵۷